شیطان اور بشر

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی (مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

www.insaaniat.org

شیطان اور بشر!

یہ دونوں بہت پرانے ساتھی ہیں۔ دونوں نے اس کُرّہ ارض کو اپنا مستقر بنایا۔ دونوں نے یہاں اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں کی۔ دونوں نے کبھی ایک دُوسرے کو نظرانداز نہیں کیا۔ اس دنیا کی تعمیر و تخریب، ترقی و تمدن، اصلاحات و ایجادات میں ان دونوں کی کاوش و کوشش شامل ہے۔ اس کارگاہِ حیات میں جس قدر چہل پہل دھاھمی و گھما گھمی ہے۔ وہ ان دونوں کی رہین منت ہے۔ اِن دونوں کی آمد سے پہلے یہ دنیا حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) اور حیوانات کا مسکن تھی۔ یہاں فلک بوس جنگلات کی تاریکی تھی۔ جنگلات میں درندوں کی چنگھاڑیں باقی حیوانات کو خوفزدہ اور سہمائے رکھتی تھیں۔ اس قسم کی مہیب و پرخطر دُنیا میں آ کر بسنے سے زیادہ تکلیف دہ سزا ان کی آمد کے بعد کسی نے نہیں پائی اور ان تکالیف کا تصور تک کرنا آج نہایت مشکل ہے۔ اُنہوں نے رفتہ رفتہ اس دنیا کو اپنے اپنے مقاصد کے لئے نئی صورت دینا شروع کی۔ اختلاف کار و مخالفت کے باوجود یہ دُنیا سنورتی گئی اور ایک روز وہ آیا کہ اُن کا پہلا مستقر اور اُس کی زینت و آرائشوں کی جاذبیت دھندلی پڑ گئی اور یہ دنیا اِس قابل بنا دی گئی کہ یہاں سے جانے کا خیال

تک تکلیف دہ بن گیا۔ ان دونوں کے مقاصد میں بہت سے اختلاف تھے۔ سب سے عجیب اختلاف یہ تھا۔ کہ گو اس دُنیا کو جنت نظیر بنانے میں دونوں ہمہ تن مصروف و متفق رہے، مگر شیطان چاہتا تھا کہ یہ دُنیا اس بشر کے لئے مستقل قیام گاہ بنادی جائے۔ اس کی توجہات کو جنت کی طرف سے ہٹا کر اسے فریبِ نگاہ قرار دیا جائے۔ اس کے برعکس اس کا ساتھی اس دُنیا کو عارضی قیام گاہ سمجھنے پر اصرار کرتا چلا گیا۔ اس نے اس دُنیا کی تعمیر میں پیش آنے والی تمام دقتوں اور مصیبتوں کو اس یقین پر گوارہ کیا کہ اس کے نتیجے میں اس کا مستقل قیام اولین مستقر یعنی جنت میں ہوگا۔ یہ کش مکش روز اوّل سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے۔ یہ رسہ کشی نہایت خلوص اور جاں توڑ زور آزمائی کے ساتھ کی جارہی ہے۔ اس پر فریقین کی پوری فراست و بضاعت رُو بہ کار ہے۔ شیطان نے اپنی ٹیم کے ثبات قدم کو ڈگمگاتے دیکھ کر، دوسری ٹیم کے بہت سے افراد کو اپنی طرف لگا لیا ہے۔ اس کے باوجود اس کا حریف ہراساں نہیں ہے۔ وہ قلت کے باوجود اپنی بصیرت سے آہستہ آہستہ مدمقابل ٹیم کو گول کی طرف لا رہا ہے اور ہر وقت اس کوشش میں مصروف ہے کہ شیطان کو شکست دے کر، اس کی آزادی کو سلب کئے بغیر، اس سے اپنے مؤقف کی حقانیت تسلیم کرائے اور اس کے اسلام اختیار

کر لینے کے بعد اس کی قوتوں کو مفیدِ انسانیت بنا دے۔ یہ ایک بہت طویل و دلچسپ داستان ہے۔اس داستان کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ:

''جب شیطان خالق کائنات کی تمام نوازشات سے مالا مال ہو چکا۔ جب وہ اپنے علم و اکتساب کے درجہ کمال تک جا پہنچا۔ جب وہ کرہ ارض ہی نہیں بلکہ افلاک، کرہ ہائے نار و ہوا سے کما حقہ آشنا ہو چکا۔جب وہ اطاعت وعبادت میں ملائکہ کے دوش بدوش کھڑا ہونے لگا۔جب اسے بارگاہ رب العالمین میں باریابی کی عزت حاصل ہو چکی۔اس وقت بارگاہ قدس سے ارشاد ہوا کہ:

اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (38/71-72)

(میں یقیناً طین سے ایک بشر بنا رہا ہوں۔ چنانچہ جیسے ہی میں اسے سنوار چکوں اور اس میں اپنی روح میں سے داخل کروں تم سب اس کے لئے سجدہ کرنا)

اس حکم کے دینے کے بعد دیکھنے والوں نے یہ نظارہ دیکھا کہ ایک طرف ساری کائنات اور کائنات کے تمام متعلقات سر بسجود تھے۔تسبیح وتہلیل سے فضائیں گونج رہی تھیں اور دوسری طرف نہایت سنجیدگی اور مستقل مزاجی کے ساتھ شیطان اس تمام کارروائی کو حقارت سے دیکھ رہا تھا۔وہ طین وتسویہ، روح

اور سجدہ کے الفاظ اور معانی میں الجھ گیا تھا۔ اس کی ہزار ہا سال کی بصیرت وعلم و تجربہ ان الفاظ کے نتیجہ میں اس نئی مخلوق کو قابل سجدہ قرار نہ دیتے تھے۔ اس نے تمام اہتمام و انتظام اور اکرام کو خالق کائنات کی ارفع و اعلیٰ پوزیشن کے منافی سمجھا۔ اس کے نزدیک حکم خداوندی کے باوجود بھی اس بشر کے لئے سجدہ کھلا ہوا شرک تھا۔ وہ اپنے خالق کے سامنے جھکنے والی پیشانی کو اس بشر کے سامنے جھکانے اور اسے سجدہ کرنے میں توحید باری تعالیٰ اور اپنے اجتہاد کی توہین سمجھ رہا تھا۔ ادھر وہ تو اس الجھن میں تھا کہ خالقِ بشر نے اسے موقع دینے کے لئے استفسار فرمایا اور اس کے سامنے ایک انتہائی دلیل و حجت رکھ دی فرمایا گیا کہ:

یَآاِبۡلِیۡسُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ اِسۡتَکۡبَرۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ ۔(38/75)

”اے مایوس ہونے والے (ابلیس) جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے شرف تخلیق بخشا۔ اسے سجدہ کرنے میں تجھے کیا چیز مانع ہوئی۔ آیا تو نے خود کو اس سے بزرگ سمجھا، یا تُو اپنے کو عالین کے زمرے میں سمجھتا ہے؟“

اس سوال نے اسے بالکل حواس باختہ کر دیا۔

(1) اللہ کے دو ہاتھ،

(2) شرک نہ کرنے پر یہ اندازِ تخاطب،

(3) یہ بشر ہی نہیں بلکہ ایک اور جماعتِ عالین اس سے افضل و مکرّم ہے۔

(4) اس لا محدود مجمع کے روبرو جب خود خالق ہی اپنی توہین کررہا ہے۔ تو پھر مجھے یکہ و تنہا تحفظ توحید کرنا ہوگا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ " میں اس بشر سے بہتر ہوں" (یا یہ کہ) " میں اس کی بہ نسبت زیادہ قدرت و اختیار رکھتا ہوں (38/76) میرے لئے اس بشر کو سجدہ کرنا زیبا نہیں دیتا۔"

(یا یوں سمجھ لیجئے کہ) یہ ممکن نہیں کہ میں اسے سجدہ کروں (15/33)۔ کیا میں ایسی مخلوق کو سجدہ کروں، جو طین سے پیدا ہوئی ہے؟ (17/61)۔ جسے خود ہی مٹی کا ڈھیر (3/59) سڑا ہوا کیچڑ (15/28) قرار دیا ہے. جس کو ضعیف و کمزور پیدا کیا ہے (4/28) اپنی ان معلومات کی بناء پر اس نے یہ کہہ کر اپیل کی کہ: اَرَءَ یۡتَکَ ھٰذَا الَّذِیۡ کَرَّمۡتَ عَلَیَّ (17/62) جس مٹی کے ڈھیر، کیچڑ اور ضعیف مخلوق کو سرکار نے میرے بالمقابل مکرّم بنا ڈالا ہے۔ کیا آپ نے اس کے ہر پہلو پر نظر ڈال لی ہے؟ اور اگر اب بھی جناب کا یہی فیصلہ ہے، تو پھر مجھے قیامت تک تاخیر یا موقع عنایت فرما دیجئے تا کہ میں دوبارہ کھڑے ہونے کے دن تک اسی فیصلہ پر عملی نظر ڈال کر دیکھوں (15/36) اللہ نے اسے یہ کہہ

کر موقع دے دیا کہ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنظَرِینَ اچھا ہماری طرف سے تو سچ مچ موقعہ مہلت یافتہ ہے (15/37) جب آزادی اور مہلت مل گئی وعدہ فرمالیا گیا۔ تو اس نے اپنا الجھاؤ یہ کہہ کر بیان کیا کہ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ (15/39) اے میرے پالنے والے تیرے جن احکام والفاظ سے میں بہک گیا ہوں۔ تیری عزت وجلال کی قسم کہ میں اس بشر اور اس کے متعلقین کو انہی کو سجا کر سنوار کر بہکاؤں گا اس دنیا کو اس طرح زینت بخش بناؤں گا۔ میں اسے چاروں طرف سے گھیر لوں گا۔ میں ان کی تاک میں صراط مستقیم پر پہرہ لگاؤں گا اور جناب ملاحظہ فرمائیں گے کہ ان کی اکثریت تیری شکر گزار نہ رہے گی (7/16-17) یہ چیلنج تھا۔ جسے اللہ نے اتمام حجت کے لئے قبول کیا۔ اسی قدر نہیں بلکہ اس کی سرکشی پر ذرہ برابر توجہ نہ دی گئی بلکہ اس کو تمام متعلقہ قدرت و اختیار دیا گیا (17/64) اور یہ کہہ کر کلیتاً آزاد کر دیا کہ:

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَکَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُکُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (17/63) فرمایا کہ یہاں سے چلا جا، ان میں سے جو بھی تیری اتباع کرے گا۔ تو یقیناً تم سب کے لئے جہنم کی جزا طے شدہ ہے۔ پس جناب مندرجہ بالا داستان اسی طرح شروع ہوئی شیطان بارگاہ خداوندی سے مردود اور لعنتی بن

کر نکلا (38/77-81) اور اس وقت سے اس بشر اور اس کی اولاد کا مدمقابل ہے۔اس کے عمل درآمد کی مکمل تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے۔جس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔یہاں صرف اس قدر عرض کرنا ہے۔کہ اس بشر اور اس کی اولاد نے اپنے موقف کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں جو جدوجہد کی قابل داد ہے۔خداوند کریم نے قرآن کریم میں جگہ جگہ ان کی مدح کی ہے اور اس کے ساتھ ہی شیطان کی کارکردگی کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔اسے بھی اسکی کارکردگی اور محنت پر دادو اسناد ملتی رہی ہیں۔یقیناً چند مثالیں ضروری ہیں۔

پہلے نمبر پر حضرت آدمؑ اور جناب حواؑ کے لئے فرمایا گیا کہ

(1) شیطان نے ان دونوں کو ڈگمگایا اور جنت سے نکال دیا (2/36)

یعنی ایسا انتظام کیا کہ خود اللہ کو حکم دینا پڑا کہ یہاں سے نکل جاؤ (2/36)

یہ پہلی کامیابی ہے۔جو اس چیلنج کے بعد شیطان کو ہوئی ہے۔

(2) شیطان نے اپنے چیلنج میں کہا تھا۔کہ وہ بنی نوع انسان کی کثرت کو بہکا دے گا۔اس پر اسے یہ سند ملی کہ اے بنی آدم کیا ہم نے تم سے یہ عہد نہ لیا تھا۔کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا ، بلکہ وہ تمہارا دشمن ہے؟ اور صرف میری ہی عبادت کیا کرنا اسی طریقہ کو صراط مستقیم قرار دیا گیا تھا۔اس کے باوجود یقیناً

تمہاری کثرت کو شیطان نے گمراہ کر دیا (36/60-62)

بات یہ ہوئی کہ قیامت کے روز جو نتیجہ نکلا۔ وہ شیطان کے حق میں ہے۔ یعنی بنی آدم کی کثرت گمراہ ہو کر آئی۔ یہ بھی فرمایا گیا کہ:

(3) وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔

اور بلاشبہ ان کے سلسلہ میں (34/20) ابلیس نے اپنا انداز سچ کر دکھایا۔ چنانچہ مومنین میں سے ایک فریق کے علاوہ انہوں نے اسی کی اتباع کی؟

ہم نے عرض کیا تھا کہ ابلیس نے مدمقابل ٹیم کے افراد کو اپنی ٹیم کے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ تاکہ انسانوں کو بہکانے میں ان کے اپنے ابنائے جنس زیادہ اثر انداز ہو سکیں۔ ابلیس نے انسانوں کو اپنے مشن میں شریک کرنے کے لئے سینکڑوں جال بچھائے، عام لوگوں کو لالچ، عارضی کامیابیاں اور دنیا دارانہ مفاد کے چکر میں ڈال کر اپنا مددگار بنایا۔ لیکن عابد و زاہد و عالم و بابصیرت واہل مذہب افراد کے لئے جو حربہ زیادہ کارگر ہوا تھا، وہ تھا انبیاء علیہ السلام پر بشر ہونے کا اعتراض۔ یعنی وہی ابتدائی اعتراض جو اپنے چیلنج میں اللہ کے سامنے کیا تھا۔ اس اعتراض کو نہایت اہتمام کے ساتھ اہل خرد کے سامنے رکھا اور ان کو سمجھایا کہ

ایک تنہا شخص خواہ کتنا بھی عالم و فاضل و تجربہ کار و جہاندیدہ ہو وہ بہر حال تمام بنی نوعِ انسان سے اعلم نہیں ہوسکتا۔ اُسے جنم دینے والے اس کے بزرگ اسے تعلیم دینے والے اساتذہ اسے بولنا سکھانے والے انگلی پکڑ کر چلنا سکھانے والے تمام افراد اس سے علم و فضل و قابلیت و تجربہ میں کہیں زیادہ ہوں گے۔ لہٰذا عقلاً یہ ناممکن ہے کہ وہ اُن تمام حضرات کی ایسی راہنمائی کر سکے۔ جس میں غلطی کا امکان نہ ہو۔ یہ بات چونکہ سو فیصد صحیح تھی۔ تجربہ اس پر شاہد تھا۔ لہٰذا اس بات نے ہر شخص سے اپنی صحت کا اقرار کرا لیا۔ ہر وہ شخص جو اس علمی نکتہ کو سمجھتا گیا۔ وہ کسی ایک بشر کے ہادی مطلق ہونے کا منکر ہوتا گیا۔ اہلِ بست و کشاد نے اس کو اپنا اصول بنا لیا۔ اہلِ علم نے اس اصول سے مختلف فروع مرتب کیئے۔ لہٰذا شیطان کی پیش کردہ یہ حقیقت انبیاء علیہم السلام کی راہ میں سب سے بڑی اور سب سے مقدس رکاوٹ بنا کر کھڑی کر دی گئی۔ جب کسی نبیؑ نے دعوائے نبوت و ہدایت پیش کیا فوراً کہا گیا۔ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُاَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ۔۔۔۔۔

''یہ شخص کچھ بھی نہیں سوائے اس کے کہ تمہاری مثل ایک بشر ہے۔ اس کا ارادہ یہ ہے۔ کہ کسی طرح تم پر اقتدار حاصل کر لے اور بس! اگر خدا نے چاہا ہوتا تو وہ

ملائکہ نازل کر سکتا تھا (23/24)۔

چونکہ یہ بات قوم کے بزرگ و اہل حل وعقد کہا کرتے تھے۔اس لئے عوام فوراً تسلیم کر لیتے تھے۔اگر راہنمایانِ قوم کو ضرورت محسوس ہوتی تھی۔تو وہ ایسے شخص کو جو ہادیٔ مطلق ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔پاگل، عقل سے عاری اور مجنوں ہونے کا فیصلہ سنا دیتے تھے (23/25) اور یوں قوم کو نبیؐ سے اور اس کی تعلیمات سے جدا رکھتے تھے۔ وہ قوم کو بتاتے تھے کہ اگر تم نے اپنے مثل ایک بشر کی اطاعت اختیار کر لی تو اس کا نتیجہ محض خسارہ ہوگا۔لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (23/34)

خسارہ ہی نہیں بلکہ ایک بشر کی اتباع سے گمراہی اور احمقانہ تقلید میں پھنس جانا لازم ہے (54/24)۔

یہ بھی کہا جاتا تھا کہ: خدا کو ہم میں سے یہی شخص ملا تھا کہ اس کو نبیؐ بنا دے (54/25) یہ کورا جھوٹ ہے۔

یہ اور اس سے متعلق بہت سے اعتراضات قرآن کریم نے محفوظ رکھے ہیں۔

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ شیطان اور یہ عقلائے زمانہ اپنے اس اعتراض میں حق بجانب ہیں۔اُن کا قصور یہ ہے کہ:

وہ آدھی بات تو ظاہر کرتے ہیں۔لیکن ایک حصہ چھپا لیتے ہیں۔یعنی اللہ نے صرف ایک بشر کو پیدا نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہاں یہ بھی کہا تھا کہ میں اس میں اپنی روح داخل کر رہا ہوں اور یہ کہا تھا کہ میں پہلے اس بشر کو سنوار دوں گا اور جب یہ سنوارنے کا مرحلہ مکمل ہو چکے گا (اذا سَـوّیتُـــہٗ) پھر اس سنورے ہوئے بشر میں اپنی روح داخل کروں گا۔لہٰذا جس ہستی کو سجدہ کرایا گیا تھا۔وہ ایک عام بشر نہ تھا جس کی تخلیق وتصویر میں خالقِ کائنات کی تمام صنعتیں برسرکار آئیں۔اِسی لئے دونوں ہاتھوں سے تخلیق کرنے کو دلیل بنایا گیا۔وہ اب مٹی کا ڈھیر نہ تھا بلکہ اس پوری کائنات کا خلاصہ تھا۔ اسے علومِ کائنات دے کر خلیفہ بنایا گیا تھا(2/31)۔پوری کائنات کا حاکم ووالی،مولا وآقا،یہ بشر اب مستحقِ اطاعتِ کائنات تھا،اس اطاعت کے اظہار کے لئے سجدہ کرایا گیا تھا(2/34)۔یہ مسجودِ ملائکہ بشر ہادی مطلق تھا اس کی اطاعت میں نہ خسارہ کا امکان تھا نہ گمراہی کا۔تمام اہل مذاہب جانتے اور مانتے ہیں کہ شیطان نے ہزار سال تک عبادت کی،وہ توحید باری تعالیٰ کا منکر نہ تھا۔آج اسے انکار ہو گیا۔وہ قیامت کا قائل تھا اس سب کے باوجود جس چیز نے اُسے لعنتی بنا دیا،رجیم قرار پایا،جہنمی بن گیا وہ چیز تھی۔

(1)خدا کے حکمِ سجدہ سے سرتابی

(2) حضرت آدمؑ ایسے بشر کی تعظیم نہ کرنا

(3)خالقِ کائنات کے تخلیقی شاہکار کی توہین کرنا

(4)حاکم ووالیٔ کائنات کی اطاعت میں پس وپیش کرنا

(5)روحِ خداوندی کی تخفیف کرنا

(6)اوراس سرکشی پر ندامت کے بجائے نبوت کے خلاف ایک مستقل محاذ کا چیلنج کرنا۔

اگران ثابت شدہ قصوروں پر شیطان کوسزا دے دی جاتی ،تو بالکل انصاف کے مطابق ہوتا۔مگر شیطان کے دل میں ارمان رہ جاتا اُدھر حضرت آدمؑ کے ودیعت شدہ جوہر نہ کھلتے ۔شیطان کوآزادی دے کر ہر طرح کے اختیارات وقوت دے کر مسجودِ ملائکہ بشر کے مقابلہ کے لئے چھوڑ دیا گیا تاکہ وہ عملاً دیکھ لے کہ جسے وہ اپنے سے حقیر سمجھتا تھا وہ واقعی قابلِ اطاعت وسجدہ تھا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا شیطان کا سب سے بڑا مقصد استخفاف نبوت ہے۔وہ ایسا مؤحد تھا کہ اللہ اور اللہ کی مخلوق کے درمیان کسی واسطہ یا وسیلہ کوشرک سمجھتا تھا۔وہ صرف اللہ کی تعظیم اوراطاعت کا قائل تھا۔اس کے نزدیک اللہ کے

سوا کسی اور کی اطاعت و تعظیم شرک تھی۔ کیونکہ اس کے نزدیک ایک نبیؑ بھی بشر ہونے کی وجہ سے معصوم یا غلطیوں سے محفوظ نہیں ہوسکتا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ بشر کے اندر روحِ خداوندی ہوتے ہوئے بھی انسان پر ادنیٰ جذبات غالب آ سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک نبی تائیدِ خداوندی اور روحِ خداوندی کے باوجود اللہ کی مرضی کے خلاف عمل کرسکتا ہے۔ مثلاً:

ایک نبیؑ اپنی اولاد، رشتہ داروں کی غلط حمایت کرسکتا ہے۔

اسے چند لوگ مل کر فریب دے سکتے ہیں۔

وہ سمجھتا تھا کہ ایسا وقفہ ضرور ہونا چاہئے۔ جس میں نبیؑ تائید خداوندی اور وحی سے خالی ہو اور چونکہ اس وقفہ میں نبیؑ محض ایک بشر ہوگا۔ لہٰذا اس پر اثر انداز ہونا کامیاب رہے گا۔ اس نے ایک عملی ترتیب مرتب کی:

(1) جس میں نبیؑ کو وحی کی ضرورت پیش آئے گی۔

(2) لہٰذا وہ اللہ سے رجوع کرے گا۔

(3) اب اللہ وحی فرشتے کے حوالے کرے گا۔

(4) فرشتہ لے کر روانہ ہوگا نبیؑ کے پاس پہنچے گا۔

(5) متعلقہ وحی نبیؑ کو سنائے گا۔

(6) نبیؑ فرشتہ نہیں بلکہ بشر ہے فرشتے سے وحی سن کر اس کو بشر کی حیثیت سے سمجھے گا۔

(7) بشر ہونے کے بناء پر وحی کے سمجھنے میں بھی غلطی کا امکان رہے گا۔

(8) پھر وہ جو کچھ بھی بشر نبیؑ سمجھے گا، صحیح یا غلط اس کو

(9) متعلقہ ضرورت کو رفع کرنے کے لئے متعلقہ افراد کو سنا دے گا۔

(10) اس سنانے میں بھی اس سے غلطی کرانے کا امکان ہوگا۔

ان دس عدد اعمال کی ترتیب اور وقوع میں آنے کا زمانہ یا وقفہ شیطان کے مفروضے کے مطابق وہ موقعہ ہوگا۔ جس میں وہ اپنا کام کر سکے گا اور نبیؑ اس دوران اس کے نزدیک وہی طین وتراب وصلصال کا بنا ہوا ضعیف بشر ہوگا یعنی ان حالات میں وہ جو کچھ کہے گا۔ اس میں عام بشریت کا جذبہ ہوگا۔ اس کا کہا ہوا بالکل غلط بھی ہو سکے گا، بالکل صحیح بھی اور صحیح وغلط کا مرکب بھی، ان حالات میں شیطان تو الگ، ایک عام آدمی بھی اُسے فریب دے سکے گا۔ وحی آتے ہی آتے آئے گی، سمجھتے ہی سمجھتے سمجھی جائے گی۔ اس نے یہ سب پہلو اپنی پارٹی کے اہل افراد انسانوں کو رفتہ رفتہ سمجھائے۔ تاکہ وہ لوگ نبوت کے دعویدار کے خلاف محاذ میں کامیاب ہوں اور شیطان کا منصوبہ تکمیل کی طرف بڑھتا چلا جائے۔ آپ

نے مذہب کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہے آپ جانتے ہیں کہ مذہب کو نافذ کرنے کے لئے کروڑوں کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔

اس اولین بشر اور شیطان کی اسکیم اور ان کا پروگرام ذرا سوچئے کہ جب ہمیں ان دونوں کی عملی زندگی اور اس زندگی میں کامیابیوں کی بنیادیں ہی معلوم نہیں تو ہم شیطان سے حفاظت کا پروگرام کیسے بنا سکتے ہیں؟ اور جناب آدم علیہ السلام کو سپردہ پروگرام کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ اور جب سمجھ ہی نہیں سکتے، تو ہمیں کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ انبیاؑء مابعد نے آدمؑ کے منصوبہ کو کس طرح اور کتنا کتنا آگے بڑھایا اور نبی آخر الزمان علیہ السلام کے حصہ میں اس منصوبے کا کس قدر حصہ باقی رہا۔ پچھلی تمام کتابوں کو منسوخ قرار دے دیا گیا۔ بعض حضرات یہاں تک فرما گئے کہ قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب کا پڑھنا ناجائز ہے یعنی ہوش سنبھالتے ہی ہمارے سامنے ایک دم قرآن رکھ دیا جاتا ہے۔ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے۔ جیسے ہمیں ہوش سنبھالتے ہی یعنی چھ یا سات سال کی عمر میں کالج میں داخل کر کے ایم اے کی سب سے مشکل کتاب پڑھنے کو دے دی جائے اور یکے بعد دیگرے سلیبس (Syllabus) یا نصاب کی ساری کتابیں بلامعنی یا بامعنی پڑھاتے ہوئے جوان کر دیا جائے اور اس طرح کئی نسلیں اور صدیاں گزر جائیں

تو جس قسم کے ایم۔اے ہم ہوں گے، اُسی قسم کے مسلمان آج موجود ہیں۔وہ تمام تعلیماتِ خداوندی جو عقلِ انسانی کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ بتدریج انبیاؑئے ماسبق پر نازل ہوئی تھی۔ان سے قطعاً ناواقفیت کے بعد ایک دم قرآن کا سامنے لانا تو مشکل نہیں ہے، مگر اس کو سمجھنا ناممکن ہے۔وہ تب ہی سمجھا جاسکتا تھا جب دین کی الف، ب سے سبق شروع ہو کر بتدریج قرآن کریم تک پہنچایا جاتا۔یہ وہ فطری اور علمی ضرورت ہے جس کا انکار مندرجہ بالاقسم کا ایم۔اے ہی کرسکتا ہے۔اہل علم اس ضرورت کا انکار نہیں کرسکتے چند معقول عذرات اور مجبوریاں پیش کر سکتے ہیں، مگر عذرات معقول ہوں یا خلافِ عقل ہوں عذرات اور مجبوریاں اس کمی کو پورا نہیں کرسکتیں۔وہ کتاب جو قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی ہر احتیاج ہر ضرورت اور ہر سوال کا علاج و جواب رکھتی ہو۔جس میں اس کائنات کے ذرہ ذرہ تک کی تفصیل کا دعویٰ موجود ہے جو تمام علوم وفنون کا منبع اور مخزن ہے اور جو بقولِ خدا تمام سابقہ کتابوں کو محیط ہے۔ بتایئے؟ ایسی کتاب کا بلاکسی ابتدائی تعلیم کے رٹ لینا یا دوسروں کو رٹا دینا کس قدر مفید ہوسکتا ہے؟

یہ تو مقطع میں جا پڑنے والی بات بیچ میں آ گئی ہم تو بڑی سادہ سی بات

کہنا چاہتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے حریف شیطان کے متعلق تمام کتابوں کو چھان مارنے کے بعد چند صفحات میں ختم ہونے والا مضمون تیار ہوسکتا ہے ''آپ کسی مقرر یا علامہ سے کہہ دیجئے کہ وہ محض حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے مستند واقعات بیان کرے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے چند بے سر و پا باتیں اور بس ۔ہم اس بنیادی پہلو پر انتہائی زور دینا چاہتے ہیں ۔ہم چاہتے ہیں کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام کے اُس منصوبۂ خداوندی کو سمجھنے پر اصرار کریں اور جو ملے اس سے اولین بشرؑ کی ذمہ داریوں کی فہرست مانگیں اور ساتھ ہی ساتھ ابلیس کو بھی ایک لمحہ کے لئے فراموش نہ کریں اگر آپ کو ابلیس کا طریقہ کار معلوم نہیں تو یاد رکھئے کہ آپ کی ہدایت یافتگی فرضی ہے مشکوک ہے۔ ہم نے ان دونوں بنیادی ہستیوں کے تعارف اور تذکرہ کیلئے ہی اپنے ایک ماہنامے کا نام البشر رکھا تاکہ نام دیکھتے ہی ہر شخص کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام اور مقصد نبوت کا سوال آکر کھڑا ہو جائے۔

آپ نے مختصر طور پر شیطان کا چیلنج دیکھا تھا۔اللہ نے اس چیلنج کو قبول فرمایا تھا اور شیطان کو طویل ترین عمر بھی بخش دی تھی ۔اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ :

وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ
وَرَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ. وَ مَا يَعِدُهُمُ
الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا. اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَ كَفٰى
بِرَبِّكَ وَكِيْلًا O (17/64-65)

اس مضمون میں ہم نے اپنے مستقل اصول سے ہٹ کر آیت کے الفاظ کی ساخت اور مصدری معنی پر بحث نہیں کی ہے اور چالو قسم کے کمرشل (Commercial) تراجم کو پیش کر دینا ہی کافی سمجھا ہے۔ مگر اس آیت کے متعلق اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ ''غرور'' کے معنی فریب یا دھوکہ نہیں ہیں تو پھر کیا معنی ہیں؟ اس سوال کا جواب نہایت اہم ہونے کے باوجود نظر انداز کر کے مضمون کو مختصر رکھنے کی غرض سے چالو ترجمہ سن لیں۔ جو عنوان زیر نظر کے لئے اب بھی کافی ہے۔ جناب علامہ مقبول احمد صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کا ترجمہ یوں ہے۔

''اور ان میں جس کو تو بہکا سکتا ہے اپنی آواز سے بہکا لے اور ان کے مقابلے کے لئے اپنے سواروں اور پیادوں کو پکار لے اور مال و اولاد میں ان کا شریک ہو جا۔ اور ان سے وعدے کر حالانکہ شیطان ان سے کوئی وعدہ نہ کرے گا، مگر دھوکا، یقیناً

(جو) میرے بندے (ہیں) ان پر تیرا کوئی قابو ہی نہ ہوگا اور تیرا پروردگار ان کا کارساز ہونے کو کافی ہے (17/64-65) ہاں جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے۔ وہ ہم آپ کے سامنے نمبروار رکھنے والے ہیں۔ مگر یہ سمجھ کر ان چیزوں کو پڑھیں اور غور فرمائیں کہ اس جگہ اللہ نے خود کو رب العالمین ہوتے ہوئے خاص طور پر **رَبِّکَ** فرمایا ہے۔ یعنی اس کی ربوبیت نے لعنتی اور رجیم قرار دینے کے باوجود مستقبل میں شیطان کو محروم نہیں کیا ہے۔ چنانچہ پروردگار عالم کی ربوبیت اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اب سنئے کہ اللہ نے اسے اختیار دیا کہ وہ تمام انسانوں پر جن میں انبیاء علیہ السلام بھی شامل ہیں۔ اپنی ودیعت شدہ قوت و طاقت استعمال کر کے دیکھے انہیں خوفزدہ کر کے انہیں مسرت عطا کرے (استفزز) اور کرنے میں وہ اپنی آواز و کلام کا پورا زور لگائے۔ ان کو اپنے مشن کے لئے موزوں بنانے کے لئے اپنی مدد کے لئے پیادہ اور سوار تیار کرلے۔ تاکہ وہ اس کے منصوبے میں کام دے سکیں۔ تمام بنی نوع انسان کے اموال میں شریک ہوجائے اور مال ہی نہیں بلکہ ان کی اولاد میں ان کے ساتھ ساتھ شرکت کرلے اور ان سے وعدے کرتا رہے۔

اب ذرا سوچئے کہ اگر شیطان کے لئے مندرجہ بالا تمام کام ممکن بنائے گئے تھے

تو اسے کس قدر بے پناہ قدرت کا حامل ہونا چاہئے اور اگر یہ سب اس کے لئے ممکن نہ تھا تو یہ چھوٹ دینا غلط ہو جائے گا۔لہٰذا ''من استعطت'' کہہ کر بتا دیا کہ تمام چیزیں اس کی اطاعت میں داخل تھیں یہ بھی فرمایا تھا کہ:

اِنَّہٗ یَرٰکُمۡ ھُوَ وَقَبِیۡلُہٗ مِنۡ حَیۡثُ لَا تَرَوۡنَھُمۡ اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ لِلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ (7/27) یقیناً وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں ایسی جگہ سے یا ایسی حیثیت سے دیکھتا ہے کہ تم نہیں دیکھتے اور یقیناً ہم نے شیطان کو ان لوگوں کا حاکم بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ یہاں ولی کے معنی دوست وغیرہ کرنا اس لئے غلط ہیں کہ: شیطان کو اللہ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ فرما چکا ہے (12/5)

اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ۔اور بار بار اس طرح سے فرمایا ہے۔مگر خدا کے کہنے کی پرواہ نہیں کی جاتی۔اس لئے ولی کے معنی دوست کر کے اپنی شیطان دوستی کا ثبوت دیا جاتا ہے۔بہر حال اللہ نے بتایا ہے کہ شیطان اور اس کا قبیلہ اس طرح برسر کار رہنے کی استطاعت و قدرت رکھتا ہے کہ انسان ان سے اوجھل نہ ہو سکیں اور ان کو انسان دیکھ نہ سکے۔

یہاں چند احادیث لکھنا چاہئیں۔جن میں مندرجہ بالا آیات کی تفسیر ہے اور جس سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان کی دسترس کہاں تک ہے۔ہم بہ نظرِ اختصار اس قدر

عرض کر کے آگے بڑھ جانا چاہتے ہیں کہ شیطان انسانی جسم میں داخل ہوسکتا ہے۔اس کی آنکھوں پر قلب پر زبان پر فکر پر اثر انداز ہوسکتا ہے ان کے خون میں حلول کرسکتا ہے ۔ساتھ بیٹھ کر لیٹ کر نطفہ اور اولاد میں شریک ہوسکتا ہے۔اگر کسی طرف سے وضاحت طلبی ہوگی تو نہ صرف احادیث بلکہ آیات بھی پیش کردی جائیں گی ۔اس کے ربّ نے اس کو وہ قدرتیں عطا کیں تھیں۔ جو اسے دنیا میں اپنا موقف آزمانے اور ثابت کرنے میں پیش آئیں یا ضرورت ہو بالکل اُسی طرح جناب آدم علیہ السلام کو سپرد کردہ منصوبہ کی تکمیل اور شیطان سے انسانوں کو قطعاً محفوظ رکھنے کے لئے مکمل قدرت اور سامان کا ایسا بندوبست کیا تھا کہ خود شیطان نے اس کا اعتراف کرلیا تھا۔چنانچہ اس نے جہاں تمام بنی نوع انسان کو گمراہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔وہاں کہہ دیا تھا کہ میں ان سب کو اغوا کروں گا۔ وَلَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ (15/39)

سوائے تیرے خالص بندوں کے۔

اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ (15/40)

اور اللہ نے اعلان کردیا تھا کہ تجھے میرے خالص بندوں پر سلطانی حاصل نہ ہوگی (17/65)

یہ خالص بندے جن کو خدا اپنا عبد قرار دیتا ہے محض معصومینؑ ہیں (حالانکہ یوں تو شیطان بھی اس کا عبد ہے) (12/24)۔ مثلاً:

حضرت یوسف علیہ السلام کی عملی مثال دے دی گئی ہے۔ یعنی انسانوں میں جو شخص انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے گا یعنی یہ یقین کرے گا کہ وہ حضرات علیہم السلام اس کے منجانب اللہ حاکم اور ہادیٔ مطلق ہیں، وہ شیطان کی حاکمیت سے الگ شمار کیا جائے گا اور جو مقام نبوّت کو نہ مانے گا یا اس میں شیطانی عقائد کی شرائط داخل کرے گا۔ وہ شیطان کے مکمل تسلط میں چلا جائے گا اور اس کی رعایا کہلائے گا۔ شیطان کو جو چیز انسانوں سے دور رکھنے میں مدد دے گی وہ تعلیمات انبیاءؑ ہیں۔ ان تعلیمات میں شیطان کے تمام کاروبار کی تفصیل اور بچاؤ کا عملی طریقہ ہوگا۔ جو عمل کرے گا اس پر شیطان ہرگز اثر انداز نہ ہوگا۔ جو عمل میں کوتاہی کرے گا۔ اس پر اس کی بے عملی کے تناسب سے شیطان کا غلبہ ہوگا اور یہ غلبہ اس حد تک ہوسکتا ہے کہ اس مومن باللّٰہ و مومن بالرسول کو بھی جہنم میں لے جائے یعنی محض ایمان کام نہ آئے گا۔ ایمان کے ساتھ ساتھ شیطان کے طریقۂ کار پر اطلاع اور اس سے تحفظ کے طریقے پر عمل لازم وملزوم ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو حضرات شیطان اور اس کے تمام ہتھکنڈوں سے محفوظ و مامون

ہیں وہی معصومؑ ہیں۔ باقی تمام انسان ہر لمحہ شیطان سے تحفظ کے لئے انؑ کے محتاج ہیں۔ یہیں یہ بات بھی واضح ہو جانا چاہئے کہ معصومینؑ کو شیطان کے مقابلے میں کامیابی کے لئے شیطان سے ہزاروں گنا زیادہ قدرت ملنا یا ملتے چلے جانا لازم ہے۔ اگر بنی نوع انسان کو وہ اور اس کا قبیلہ خود پوشیدہ رہ کر دیکھنے کی قدرت رکھتا ہے اور انہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا تو معصومینؑ میں اور ان کے تیار کردہ قبیلہ میں بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ خود شیطان اور اس کے قبیلے کو زیرِ نگاہ رکھنے کی بدرجۂ اتم قدرت ہونا لازم ہے۔ اس کو واضح کرنے کے لئے فرمایا کہ: وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا۔(17/65) یعنی جس طرح تیری تخلیق میں کوئی خامی نہیں چھوڑی اور تجھے مطلوبہ اختیارات اور قدرتیں اور ان کو استعمال کرنے کے لئے قیامت تک کا طویل موقع دیا ہے۔ تیرے اسی پروردگار نے اپنے ان بندوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے زیورِ تخلیق سے آراستہ کر کے ان کی وکالت اپنے ذمہ لی ہے اور جس کا وکیل تیرا خالق و تربیت کنندہ بن جائے اس کی کامیابی کے لئے یہ کافی سے زیادہ ہے۔ لہٰذا انہیں تیری ہر قدرت و اختیار پر قدرت و اختیار حاصل ہے۔ اگر تو بنی نوع انسان کو خود پوشدہ رہ کر دیکھ سکتا ہے تو وہ تجھے اور انہیں اور تیرے قبیلے کو ہر لمحہ دیکھتے ہیں۔ اور جس

طرح تو اپنے لئے ایک قبیلہ تیار کرسکتا ہے بالکل اسی طرح انبیاءؑ اپنی تائید کے لئے قبیلہ (ذرّیت) تیار کر سکتے ہیں۔ جو تجھ پر اور تیرے قبیلہ پر اور تمام کائنات پر قدرت و اختیار رکھتے ہیں اور تم سب کے اقدامات و منصوبے کونا کام کرنے کے لئے بنی نوع انسان کو قبل از وقت بے خطا ہدایات فراہم کرتے ہیں۔ جس طرح تو تا قیامِ قیامت یا یوم المعلوم تک ہر لمحہ اپنے اختیارات اور قدرتوں سمیت موجود رہے گا۔ اسی طرح ہادیٔ مطلق ہر لمحہ ہر وقت اپنی بے پناہ قدرتوں کے ساتھ موجود و برسر کار رہیگا۔ اور ایک روز تو سجدہ کرنا چاہے گا۔ لیکن وہ تیرا سجدہ قبول نہ کر کے تجھے مع تیرے متبعین کے جہنم میں پھینک دے گا۔ یہ تھا بشر اور شیطان کا مختصر سا تصور اور خاکہ ایسی واضح اور سمجھی بوجھی صورت حال کے بعد شیطان کو ہرگز جرأت نہ ہونا چاہیے تھی کہ وہ مذکورہ چیلنج کرتا مگر لفظ بشر کے سلسلے میں اس کی اجتہادی امیدیں اور قیاس آرائیاں طول پکڑ گئیں وہ جانتا تھا کہ تمام حیوانات ہیں لہٰذا اس بشر میں بھی تو ایک روح تو (حیوانی روح) رکھی گئی ہے وہ اولین مجتہد وہ سب سے پہلا اہل الرائے وہ خالص عقل کو راہنما بنانے والا سب سے پہلا عاقل اس روحِ خداوندی کو جو دوسرے الفاظ میں خدا کے دونوں ہاتھ (یداللہ) کی حامل تھی۔ ایک عام روح پر قیاس کر گیا۔ یہ پہلی اجتہادی غلطی تھی۔

جو تعلیماتِ خداوندی کے سلسلے میں آئندہ کے لئے بنیاد بن گئی وہ یہ نہ سمجھا کہ وہ روحِ خداوندی عالمِ امر سے ہے۔ ہدایات و تائیدات ربانی کے لئے ایک مستقل نور ہے۔ ہر وقت سوتے جاگتے کھاتے پیتے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے بحالت خاموشی و تکلم نبیؑ کے لئے ایک داخلی علم ہے۔ لفظ نبیؑ صادق ہی نہیں آتا جب تک یہ روح شامل نہ کی جائے۔ یہ وہ نور ہے جس سے یہ ساری کائنات اور اس کے تمام متعلقات وجود میں لائے گئے۔ یہی نور ہے جو اُن سب کی تخلیق کا باعث اور ان کا استعمال کرنے والا ہے۔ اسے ان پر کماحقہٗ قدرت حاصل ہے۔ شیطان اسی کائنات کا ایک فرد ہے۔ اس پر بھی اس نور کو تسلط حاصل ہے یہی ثابت کرنے کے لئے یہ میدانِ مقابلہ آراستہ کیا گیا۔ شیطان کو اس کی گنجائشوں کے مطابق ہر قدرت و اختیار دیا گیا جو مانگا وہ ملا ذرہ برابر بخل نہیں کیا گیا۔ شیطان کو جس چیز نے اغوا کیا وہ ہمہ دانی تھی اس نے اپنے علم و تجربے کو آخری مقام دے دیا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ اس مٹی و صلصال کے بنے ہوئے کمزور بشر اور وحیٔ خداوندی کے درمیان حائل ہو جائے گا اور وہ ملاء الاعلیٰ تک انتظام کرے گا وہ فرشتوں کو نظروں میں نہ سماتا تھا اسے تو لوگوں نے معلم الملائکہ بھی کہا ہے۔ وہ وحی لانے والے فرشتہ پر بھی نظر رکھے گا اور افلاک کی بلندیوں اور

پستیوں میں وحی کو مشکوک کرنے کا طریقہ نکالے گا یہ نہ ہو سکے تو پھر وہ نبیؑ کے بشری کانوں کے پردہ پر اس کی بشری زبان کی حرکت پر اثر انداز ہوگا۔ نبیؑ کے بشری دماغ کے ریشوں اور خلیوں اس کی بشری عقل کے نظام محسوسات و وجدانی کو متاثر کرے گا اس کے بعد امت کے افراد کے قلوب واذھان پر قوت آزمائی کرے گا۔ انہیں اپنی تیار کردہ آنکھیں اور کان دے گا۔ اللہ کے پیدا کئے ہوئے نظام میں ارتقائی، تکوینی اور تخلیقی گنجائشوں کے اندر تبدیلی کی صنعتیں نکالے گا یعنی وہ دل بنائے گا۔ وہ ذہن تیار کرائے گا۔ وہ تمام انسانوں کے فطری جذبات میں سکون بھر دے گا۔ وہ ان کے حالات میں مناسب تبدیلیاں کرے گا۔ پھر ان تبدیل شدہ حالات و تقاضائے وقت کو فطری دلیل بنا کر وحی کے سمجھنے اور نافذالعمل بنانے میں اختلافات جاری کرے گا بنی نوع انسان کے عقلی تفاوت کو حربہ بنائے گا۔ وہ اُن میں قبائلی ملکی اور قومی عصبیت کو ابھارے گا۔ نبیؑ کی زبان سے وحی کے سننے اور سمجھنے میں اختلاف ڈالے گا اور یوں وہ اپنے مشن کو سرانجام دے گا۔

وہ پبلک کو بتائے گا کہ ذرا یہ تو سوچو کہ پیدائش سے لے کر پہلی وحی آنے تک تو کوئی شخص نبی نہیں ہوتا بلکہ تم ہی کے مثل ایک بشر ہوتا ہے۔ اس کے

والدین (معاذ اللہ) کافر ہو سکتے ہیں۔ان کی کمائی حلال بھی ہو سکتی ہے حرام بھی، وہ ڈاکو بھی ہو سکتے ہیں، سرمایہ دار بھی، وہ نیک یا بُرے لوگ ہو سکتے ہیں، وہ غریب بھی ہو سکتے ہیں، امیر بھی وہ فقیر بھی ہو سکتے ہیں، بادشاہان وقت بھی، ان آدمیوں کا یہ بچہ اک عام بچوں کی طرح حمل میں رہے گا، پیدا ہوگا، پرورش پائے گا، اپنے ماں باپ، آباواجداد کی اچھی اور بُری دونوں صفات کا ورثہ دار ہوگا، ان کی شکل وصورت ہوگی۔ادھر ماحول کے اثرات وحالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔الغرض نبیؑ بنائے جانے کے وقت تک عادات وخصائل پختہ ہوچکی ہوں گی۔خاندانی شہری، ملکی قومی اور وطن دوستی ودشمنی اپنا اپنا مقام حاصل کر چکے گی۔نئے حالات میں رائے بدلنے اور نئے اقدامات کرنے کا عادی ہو چکے گا۔ اسی طرح پیدا ہونے، پرورش وتربیت پانے والے انسانوں ہی میں سے کسی ایک کو اللہ نبیؑ بنا سکتا ہے۔اسی طرح تیار شدہ بشر جب پہلی وحی وصول کرے گا، تو اس کے سمجھنے میں وہی عقل وتجربہ کام کریں گے، جو میرے انتظام کے مرحلوں سے گزرتے ہیں پھر اس کے پاس ایک دم ساری کتاب تو نہ ہوگی کہ وہ ہر وحی کو پوری تعلیمات سے مربوط کر کے افہام وتفہیم کر سکے۔چنانچہ جو کچھ وہ اس پہلی وحی یا آنے والی وحی سے سمجھے گا وہ تقاضائے وقت کے ماتحت ہوگا اور اس بشر کا

گزشتہ اور موجودہ تجربہ دنیا کے تمام انسانوں کے بالمقابل نہایت کم و نا قابل اعتماد ہوگا، لہٰذا وحی تو اسی پر آنی تھی۔ اس لئے کہ وحی ایک شخص پر آسکتی ہے اور وہی نبیؑ ہوتا ہے مگر اس وحی اور وحی کے سمجھنے کے لئے اس تنہا بشر پر بھروسہ کرنا نہایت ناعاقبت اندیشی ہوگی۔ اسے چاہئے کہ وہ اس وحی کو اربابِ حل وعقدو دانشورانِ قوم کے روبرو من وعن پیش کردے اور افہام و تفہیم میں قوم کے ایک ممبر کی طرح غور کرے اور جس نتیجہ پر سب مل کر پہنچیں، اس مطلب کو اختیار کرلیا جائے۔ اس میں بھی غلطی وغلط فہمی کا امکان ہوگا۔ لہٰذا جب غلطی کا علم ہوجائے تو اپنی مجموعہ تفہیم میں تبدیلی کرلی جائے۔ پہلی غلط فہمی کو اجتہادی غلطی تصور کرکے نظر انداز کردیا جائے اس لئے کہ اس سے زیادہ عقل اس وقت ان لوگوں کے پاس تھی ہی نہیں۔ جو انہیں قصوروار کہا جاسکے۔ انہیں بہرحال اپنی کوشش (اجتہاد) کا ثواب ہوگا۔ جو کچھ شیطان نے سمجھایا اس سب کو بیان کرنا بہت وقت چاہتا ہے۔ مگر یہ ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ شیطانی منصوبے کا ہر ہر پہلو اور اس کی تمام سعی وکاوش قرآن کریم میں اسی طرح قلم بند ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی ذریتِ طاہرہ کی تعلیم کا ہر ہر رخ موجود ہے۔ آپ خود ملاحظہ فرمالیں کہ اس امت مسلمہ میں بھی یہ عقائد اور تعلیم موجود ہے۔

(الف) نبیؑ سے غلطیاں ہوسکتی ہیں، ہوئی ہیں۔ مگر یہ غلطیاں اجتہادی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان سے نبوّت کی کسر شان نہیں ہے۔

(ب) وہ نبیؑ ایک بشر ہونے کی بناء پر جہاں جہاں اپنی ذاتی سوجھ بوجھ استعمال کرتا ہے وہاں غلطی کرسکتا ہے۔ اور

(ج) نبیؑ کی دو حیثیات ہوتی ہیں۔ ایک حیثیت میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔ یعنی وحی کے وصول کرنے محفوظ کرنے اور سنانے میں اس سے غلطی نہیں ہوسکتی ہے۔ باقی تمام حالات میں غلطی کا امکان ہے۔ ایسی غلطیوں کی فہرستیں بنا کر ضخیم کتابیں شائع کردی گئی ہیں۔

(د) خدا تعالیٰ کے لئے لازم نہیں کہ وہ ہر کام و کلام عدل کے مطابق کرے کیونکہ وہ عادل نہیں۔ یعنی کافرِ مطلق کو جنت دے سکتا ہے اور حقیقی مومن کو جہنم میں بھیج سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

والسلام

سید محمد احسن زیدی

☆☆☆☆☆